1961_1_884_891

پدم سین اور دیگر

بنام

ریاست اترپردیش

27 ستمبر 1960

جعفرامام، اے۔کے۔سارکر اور راگھوبردیال، جسٹسز۔

کمشنر۔اکاؤنٹس بک ضبط کرنے کے لیے تقرری-دیوانی عدالت کے ذاتی اختیارات کی جواز-ضابط دیوانی،1908(V آف 1908)،دفعات 75،151،آرڈر XXVI۔

دیوانی عدالت کے ذریعے دائرہ اختیار کے بغیر مقرر کردہ سرکاری ملازم کمشنر-چاہے وہ سرکاری ملازم کی حیثیت کے قبضے میں ہو-تعزیرات ہند،1860(XLV آف 1860)،دفعہ 21،اخراج 2۔

ایک جج نے مدعی کی اکاؤنٹس بک کو مقدمے میں ضبط کرنے اور انہیں اس کے سامنے پیش کرنے کے لیے ایک آر کو کمشنر مقرر کیا۔آر نے کھاتوں کی کتابیں ضبط کر لیں،اور جب وہ ابھی بھی اس کے قبضے میں تھے تو اپیل گزاروں نے آر کو ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی اجازت دینے پر رشوت کی پیشکش کی۔اپیل گزاروں پر تعزیرات ہند کی دفعہ 165-اے کے تحت مقدمہ چلایا گیا اور انہیں مجرم قرار دیا گیا۔اپیل گزاروں نے دعوی کیا کہ جج کو کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، کہ کمشنر کے طور پر آر کی تقرری کالعدم ہے اور اس کے نتیجے میں آر سرکاری ملازم نہیں تھا اور اپیل گزاروں نے اسے رشوت دینے میں کوئی جرم نہیں کیا۔مدعا علیہ نے زور دے کر کہا کہ جج کو کمشنر کی تقرری کے لیے ضابط دیوانی کی دفعہ 151 کے تحت اپنے موروثی اختیارات کے تحت دائرہ اختیار حاصل ہے اور یہ کہ کسی بھی صورت میں چونکہ آر اصل میں تعزیرات ہند کی دفعہ 21 کی وضاحت 2 کے تحت سرکاری ملازم کی حیثیت کے قبضے میں تھا،اس لیے اسے سرکاری ملازم سمجھا جائے گا۔

منعقد: مانا گیا کہ آر سرکاری ملازم نہیں تھا اور اپیل گزاروں نے اسے رشوت کی پیشکش کر کے تعزیرات ہند کی دفعہ 165-اے کے تحت کوئی جرم نہیں کیا۔

جج کے پاس کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی ذاتی اختیار نہیں تھا اور اس کا حکم کالعدم تھا۔دفعہ 151،ضابط دیوانی کے تحت ذاتی اختیارات،اس طریقہ کار کے حوالے سے تھے

جس پر عدالت کو اپنے سامنے کی وجہ کا فیصلہ کرنے میں عمل کرنا تھا۔ اس طرح کے اختیارات مدعیوں کے بنیادی حقوق پر توسیع نہیں کرتے تھے۔ کسی فریق کو اپنی کھاتوں کی کتابوں پر مکمل حقوق حاصل تھے اور عدالت کو اس کی جائیداد کو زبردستی ضبط کرنے کا کوئی ذاتی اختیار نہیں تھا۔

ہندوستانی تعزیرات ہند کی دفعہ 21 کی وضاحت 2 کا اطلاق صرف اس شخص پر ہوتا ہے جس کے پاس دراصل سرکاری ملازم کا پہلے سے موجود عہدہ ہوتا ہے۔ موجودہ معاملے میں کمشنر کا کوئی عہدہ یا عہدہ موجود نہیں تھا جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ اس پر آر کا قبضہ تھا۔ اس کی تقرری دائرہ اختیار آر کے بغیر ہونے کی وجہ سے اسے سرکاری ملازم نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

فوجداری اپیلٹ کا دایرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 149/1958

1956 کی فوجداری اپیل نمبر 1154 میں الہ آباد ہائی کورٹ کے 27 اکتوبر 1958 کے فیصلے اور حکم سے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے این۔ سی۔ چٹرجی اور آر۔ ایل۔ کوہلی۔

مدعا علیہ کی طرف سے جی۔ سی۔ ماتھر اور سی۔ پی۔ لال۔

27 ستمبر 1960 عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

راگھوبردیال جسٹس: یہ پدم سین اور شیکھر چند کی طرف سے الہ آباد ہائی کورٹ کے اس حکم کے خلاف اپیل ہے جس میں خصوصی جج میرٹھ کے حکم کے خلاف ان کی اپیل کو مسترد کر دیا گیا تھا، جس میں انہیں تعزیرات ہند کی دفعہ 165-اے کے تحت جرم کا مجرم قرار دیا گیا تھا۔ ہائی کورٹ نے اپنے حکم کے خلاف اپیل کی اجازت دے دی۔

شیکھر چند کے والد، اپیل نمبر 2، گندامل نے مدعا علیہان کے ذریعے اس کے حق میں انجام دیے گئے وعدے کے نوٹوں کی بنیاد پر متھان لال اور دیگر پر ایڈیشنل جج غازی آباد کی عدالت میں پیسے کے لیے مقدمہ دائر کیا۔ مدعا علیہان نے اس خدشے کے پیش نظر کہ مدعی ان کی طرف سے کی گئی ادائیگیوں کے سلسلے میں اپنی کھاتوں کی کتابوں کو من گھڑت بنائے گا، مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے درخواست دی۔ ایڈیشنل جج نے 27 مارچ 1954 کے اپنے حکم سے ان کھاتوں کو ضبط کرنے کے لیے سری رگھوبیر پرشاد وکیل کو کمشنر مقرر کیا۔ کمشنر نے اس کے مطابق ان کتابوں کو ضبط کر کے غازی آباد لایا۔

اپیل گزاروں کو خصوصی جج نے تعزیرات ہند کی دفعہ 165-اے کے تحت کمشنر کو رشوت کی پیشکش کرنے پر مجرم قرار دیا تھا کیونکہ انہیں ان کھاتوں کی کتابوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔ ان

کی سزا کو ہائی کورٹ نے برقرار رکھا۔

نیچے دی گئی دونوں عدالتوں نے پایا ہے کہ اپیل کنندگان 30 مارچ 1954 کو کمشنر کے دفتر گئے اور انہیں رشوت کے طور پر 900 روپے کی پیشکش کی۔ اپیل کنندگان درج ذیل عدالتوں کے ذریعے درج کردہ حقائق کے ان نتائج کو چیلنج نہیں کرتے ہیں۔ ان کی واحد دلیل یہ ہے کہ کمشنر سری رگھوبیر پرشاد سرکاری ملازم نہیں تھے، اور اس لیے درج ذیل عدالتوں کے ذریعے حاصل کردہ حقائق کے نتائج کی بنیاد پر، انہوں نے تعزیرات ہند کی دفعہ 165-اے کے تحت کوئی جرم نہیں کیا۔

اپیل گزاروں کے لیے یہ دلیل دی گئی ہے کہ سری رگھوبیر پرشاد کی کمشنر کے طور پر تقرری کالعدم اور کالعدم تھی کیونکہ ایڈیشنل جج کے پاس مدعا علیہان کی درخواست پر مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے مقصد سے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، دیوانی عدالت کا کمیشن جاری کرنے کا اختیار ضابطہ دیوانی کی دفعہ 75 اور آرڈر XXVI (جسے اس کے بعد کوڈ کہا جاتا ہے) کی دفعات کے ذریعے محدود تھا، اور عدالت کو کسی بھی مقصد کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی موروثی اختیار نہیں تھا جس کا کوڈ کی دفعہ 75 اور آرڈر XXVI میں ذکر نہیں ہے۔ ریاست کی جانب سے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عدالت ضابطہ کی دفعہ 151 کے ذریعے اپنے محفوظ کردہ اختیارات کے استعمال میں کمشنر کا تقرر کر سکتی ہے جو ضابطہ کے دفعہ 75 اور آرڈر XXVI کے پروویژن کے اندر نہیں آتے ہیں۔

ریاست کے لیے مزید پیش کیا جاتا ہے کہ اگر ایڈیشنل جج کے پاس کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہ بھی ہو، تب بھی سری رگھوبیر پرشاد کو تعزیرات ہند کی دفعہ 2 سے 21 کی وضاحت کے پیش نظر سرکاری ملازم سمجھا جائے گا۔ اس لیے کہ وہ اصل میں ایک سرکاری ملازم کی حالت کے قبضے میں تھا کیونکہ اس نے کمشنر کے طور پر کام کیا اور اپیل گزاروں اور دیوانی دعویٰ سے منسلک دیگر افراد نے اسے تسلیم کیا۔

ضابطہ اخلاق کی دفعہ 75 عدالت کو چار مقاصد کے لیے مقرر کردہ شرائط اور حدود کے تابع کمیشن جاری کرنے کا اختیار دیتی ہے۔ , کسی شخص کی جانچ پڑتال کرنے کے لیے، مقامی تفتیش کرنے کے لیے، کھاتوں کی جانچ پڑتال یا ایڈجسٹ کرنے کے لیے اور تقسیم کا حکم XXVI کمیشن اور متعلقہ معاملات کے معاملے سے متعلق قواعد مرتب کرتا ہے۔ اپیل گزاروں کے فاضل وکیل مسٹر چٹرجی نے کہا ہے کہ عدالت کے اختیارات کو ضابطہ کے چاروں کونوں میں پایا جانا چاہیے اور جب ضابطہ نے دفعہ 75 میں کمیشن کے موضوع سے واضح طور پر نمٹا ہے تو عدالت دفعہ 151 کے تحت اپنے موروثی اختیارات کا استعمال نہیں کر سکتی اور اس

طرح اپنے اختیارات میں اضافہ کر سکتی ہے۔ دوسری طرف، ریاست کے لیے یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ضابطہ مکمل نہیں ہے اور عدالت، اپنے موروثی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے، کوئی بھی طریقہ کار اپنا سکتی ہے جو ضابطہ اخلاق کے ذریعے واضح طور پر ممنوع نہیں ہے یا اگر عدالت اسے انصاف کے مقاصد کے لیے یا عدالت کے عمل کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے ضروری سمجھتی ہے تو ضروری مضمرات کے ذریعے۔

ضابطہ اخلاق کی دفعہ 151 میں لکھا ہے:

''' اس ضابطے کی کسی بھی چیز کو عدالت کے ایسے احکامات دینے کے ذاتی اختیارات کو محدود یا بصورت دیگر متاثر کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا جو انصاف کے مقاصد کے لیے یا عدالت کے عمل کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے ضروری ہو۔

عدالت کے ذاتی اختیارات ضابطہ اخلاق کے ذریعے عدالت کو خصوصی طور پر دیے گئے اختیارات کے علاوہ ہیں۔ وہ ان اختیارات کی تکمیل کرتے ہیں اور اس لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ عدالت ضابطہ اخلاق کی دفعہ 151 میں مذکور مقاصد کے لیے ان کا استعمال کرنے کے لیے آزاد ہے جب ان اختیارات کا استعمال کسی بھی طرح سے ضابطے میں واضح طور پر فراہم کردہ چیزوں سے متصادم نہیں ہے یا مقنّنہ کے ارادوں کے خلاف ہے۔ یہ بھی اچھی طرح سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ ذاتی طاقت کا استعمال اس انداز میں نہیں کیا جانا چاہیے جو ضابطہ اخلاق میں واضح طور پر فراہم کردہ طریقہ کار کے منافی یا اس سے مختلف ہو۔

تعین کا سوال یہ ہے کہ کیا مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے سری رگھوبیر پرشاد کمشنر کو مقرر کرنے والے ایڈیشنل منشی کے متنازعہ حکم کو ایک ایسا حکم کہا جا سکتا ہے جو عدالت اپنے ذاتی اختیارات کے استعمال میں منظور کرتی ہے۔ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 151 کے ذریعے محفوظ کیے گئے ذاتی اختیارات اس طریقہ کار کے حوالے سے ہیں جس پر عدالت اپنے سامنے کی وجہ کا فیصلہ کرنے میں عمل کرے گی۔ یہ اختیارات ان بنیادی حقوق پر اختیارات نہیں ہیں جو کسی بھی مدعی کے پاس ہیں۔ ایسے احکامات جاری کرنے کے لیے عدالتوں کو مخصوص اختیارات دیے جانے چاہئیں جو کسی فریق کے ایسے حقوق کو متاثر کریں۔ اس طرح کے اختیارات طریقہ کار کے معاملات میں عدالت کے موروثی اختیارات کے دائرہ کار میں نہیں آ سکتے، جن کے اختیارات کا ماخذ عدالت میں ہے جو اس کے عمل اور طریقہ کار کو منظّم کرنے کے تمام ضروری اختیارات رکھتے ہیں۔ کسی فریق کو اپنے کھاتوں پر مکمل حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ عدالت کے پاس اپنی جائیداد کو زبردستی ضبط کرنے کا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہے۔ اگر یہ ایسا کرتا ہے تو یہ پارٹی کے نجی حقوق پر حملہ کرتا ہے۔ عدالت میں متعلقہ دستاویزات یا کتابیں حاصل کرنے کے لیے ضابطہ اخلاق میں مخصوص طریقہ کار طے کیا گیا ہے جس

کا مقصد اس وقت کو ثبوت کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ایک فریق اپنے معاملے کی حمایت میں ایسے دستاویزات یا کتابیں پیش کرنے کے لیے آزاد ہے جو متعلقہ ہوں۔ایک فریق عدالت سے مدد مانگ سکتا ہے کہ وہ دوسرے فریق کے ذریعے عدالت میں ایسی دستاویزات پیش کرے جو اسے ثبوت میں استعمال کرنا چاہے اور اس فریق کے ذریعے اس کے قبضے میں ہونے کے لیے تسلیم کیا جائے۔اگر کوئی فریق وہ دستاویزات پیش نہیں کرتا جسے اسے قانونی طور پر پیش کرنے کے لیے کہا جاتا ہے، تو عدالت کو ضابطہ اخلاق کی دفعات کے مطابق اسے سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔عدالت کے پاس اس طرح کے فریق کے خلاف کوئی مفروضہ پیش کرنے کا مزید اختیار ہے جو اپنے قبضے میں متعلقہ دستاویز پیش نہیں کرتا ہے، خاص طور پر اس سے طلب کیے جانے کے بعد۔یہاں تک کہ ایسے معاملات میں جہاں عدالت کسی فریق سے دستاویز طلب کرتی ہے، عدالت کو دستاویز کو نا دہندہ فریق کے قبضے سے زبردستی حاصل کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔

مدعا علیہان کو ان کھاتوں کی کتابوں پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔وہ ان پر کوئی دعوی نہیں کر سکے۔انہوں نے ان کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے درخواست دی کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ مدعی ان کھاتوں کی کتابوں میں ایسی اندراجات کر سکتا ہے جو اس مقدمے کے خلاف جا سکتے ہیں جو وہ عدالت میں قائم کر رہے تھے۔مدعا علیہان کی درخواست واقعی عدالت کے دستاویزی ثبوت جمع کرنے کے مترادف تھی جسے مدعا علیہان اس وقت اپنے حق میں سمجھتے تھے۔کسی فریق کے لیے ثبوت جمع کرنا یا یہاں تک کہ حریف فریق کو ان کھاتوں کی کتابوں میں جعلی اندراجات کرنے کے برے نتائج سے بچانا عدالت کا کام نہیں ہے۔اگر مدعی جعلی اندراجات کرتا ہے اور مقدمے میں ثبوت کے طور پر جعلی اندراجات کا استعمال کرتا ہے، تو مدعا علیہان کو ان اندراجات پر اختلاف کرنے اور انہیں جعلی ثابت کرنے کا کافی موقع ملے گا۔

اس لیے ہماری رائے ہے کہ ایڈیشنل جج کے پاس مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا حکم منظور کرنے کا کوئی موروثی اختیار نہیں تھا۔اس مقصد کے لیے سری رگھوبیر پرشاد کو کمشنر مقرر کرنے کا حکم وہاں تھا- اس لیے دائرہ اختیار کے بغیر ایک حکم منظور کیا گیا اور اس لیے یہ ایک کالعدم حکم تھا۔

ریاست کے فاضل وکیل، مسٹر ماتھر نے متبادل میں کہا ہے کہ ایڈیشنل جج کی طرف سے اپنایا گیا اعتراض شدہ طریقہ کار ضابطہ اخلاق کی کچھ دفعات کے اندر آتا ہے اور اس نے آرڈر XXXVIII کے قائدہ 5 اور آرڈر XXXIX کے قواعد (b)1 اور 7 اور ضابطہ کے آرڈر XL کے قائدہ 1 کا حوالہ دیا ہے۔ہم اس دلیل سے متفق نہیں ہیں۔اعتراض شدہ حکم ان میں سے کسی بھی شق کے تحت منظور نہیں کیا گیا تھا۔یہ واضح طور پر ایک حکم تھا جسے ایڈیشنل جج عدالت کے ذاتی اختیارات کے استعمال میں منظور کرنا چاہتا تھا۔حکم یہ تھا:

"یہ عجیب بات ہے کہ 2 سال سے زیادہ عرصے کے بعد اس آخری مرحلے میں اس قسم کی درخواست دی گئی ہے۔تاہم، انصاف کے مفاد میں، سری رگھوبیر پرشاد کو کمیشن جاری کریں۔اسے جانا چاہیے اور مدعی سے سال 1951 کے لیے بہہ کھتس وصول کرنا چاہیے اور اسے عدالت میں پیش کرنا چاہیے۔فیس 20 روپے کے علاوہ ٹی۔اے۔ چھ دن کے اندر رپورٹ کریں۔کمیشن کے اخراجات پر ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔

"مزید برآں، آرڈر XXXVIII کے قائدہ 5 کی دفعات کسی ایسے فرمان کو روکنے کے لیے ہیں جسے منظور کیا جا سکتا ہے اور آرڈر XXXIX کا قائدہ 1 (بی) لاگو ہوتا ہے جہاں مدعا علیہ قرض دہندگان کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی جائیداد کو ٹھکانے لگانے کی دھمکی دیتا ہے۔ان دفعات میں سے کسی کا بھی پہلے بھیجے گئے کیس کے حقائق پر کوئی اطلاق نہیں ہے۔آرڈر XXXIX کا قاعدہ 7 عدالت کو، کسی مقدمے میں کسی بھی فریق کی درخواست پر، کسی بھی ایسی جائیداد کی حراست، تحفظ یا معائنہ کا حکم دینے کا اختیار دیتا ہے جو اس طرح کے مقدمے کا موضوع ہے یا جس کے بارے میں کوئی سوال پیدا ہو سکتا ہے۔مدعیوں کی اکاؤنٹس بک 'پراپرٹی' نہیں تھیں جو مقدمے کا موضوع تھیں اور نہ ہی ایسی کہ ان کے بارے میں مقدمہ میں کوئی سوال پیدا ہو سکے۔اگر مدعی یا مدعا علیہ نے ان پر بھروسہ کرنے کی پرواہ کی ہوتی تو اکاؤنٹس بک، زیادہ سے زیادہ، ثبوت کا حصہ بن سکتے تھے۔اس لیے ہمارا ماننا ہے کہ ایڈیشنل منسیف کو ضابطہ اخلاق کے تحت مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

آخر میں ریاست پر زور دیا گیا کہ اگرچہ سری رگھوبیر پرشاد کی کمشنر کے طور پر تقرری کالعدم اور کالعدم ہے کیونکہ ایڈیشنل جج کو مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے لیے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، سری رگھوبیر پرشاد کو تعزیرات ہند کی دفعہ 21 کی وضاحت 2 کے پیش نظر 'سرکاری ملازم' سمجھا جانا چاہیے۔اپیل کنندہ کے لیے یہ متنازعہ نہیں رہا ہے کہ اگر سری رگھوبیر پرشاد کی کمشنر کے طور پر تقرری درست ہوتی تو وہ تعزیرات ہند کی دفعہ 21 کی چوتھی شق کے پیش نظر سرکاری ملازم ہوتا۔دفعہ 21 کی وضاحت 2 میں کہا گیا ہے:

"جہاں کہیں بھی 'سرکاری ملازم' کے الفاظ آتے ہیں، انہیں ہر اس شخص کے بارے میں سمجھا جائے گا جو سرکاری ملازم کی صورت حال کے حقیقی قبضے میں ہے، اس صورت حال کو برقرار رکھنے کے اس کے حق میں جو بھی قانونی عیب ہو۔

"ریاست کے لیے دلیل یہ ہے کہ اگرچہ سری رگھوبیر پرشاد کی کمشنر کے طور پر تقرری میں قانونی عیب تھا کیونکہ ایڈیشنل جج کے پاس مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے مقصد سے کمشنر مقرر کرنے کا کوئی

اختیار نہیں تھا، لیکن اس سے اس کی سرکاری ملازم ہونے کی حیثیت متاثر نہیں ہوگی کیونکہ وہ ایک سرکاری ملازم کی صورت حال کے حقیقی قبضے میں تھا۔ ہم اس دلیل سے متفق نہیں ہیں، اور رائے رکھتے ہیں کہ وضاحت صرف اس وقت لاگو ہوتی ہے جب کوئی عہدہ موجود ہو۔ وضاحت اس وقت لاگو نہیں ہوتی جب کوئی پہلے سے موجود عہدہ نہ ہو یا جب مقرر کرنے والے شخص کو مقرر کرنے کا اختیار نہ ہو۔

ویبسٹر کی نیو انٹرنیشنل ڈکشنری آف دی انگلش لینگویج کے مطابق لفظ 'صورتحال' کا مطلب ہے پوزیشن یا ملازمت کی جگہ، جگہ، دفتر؛ اسٹور میں صورتحال کے طور پر۔ اس وضاحت کے مقاصد کے لیے مناسب معنی 'دفتر' ہوگا۔ آفس 'دوبارہ، اسی ڈکشنری کے مطابق، ایک خصوصی ڈیوٹی، ٹرسٹ، چارج یا عہدے کا مطلب ہے، جو سرکاری اختیار کے استعمال اور عوامی مقصد کے لیے دیا گیا ہے؛ اور ٹرسٹ یا اختیار کا عہدہ جو سرکاری اختیار کے کسی عمل کے ذریعے دیا گیا ہے؛ عوامی کام یا ملازمت کو استعمال کرنے اور اس سے تعلق رکھنے والے معاوضے (اگر کوئی ہوں) حاصل کرنے کا حق؛ بطور ایگزیکٹو یا عدالتی دفتر۔ وسیع تر معنوں میں، حکومت کی ملازمت میں کوئی بھی عہدہ یا جگہ، خاص طور پر اعتماد یا اختیار کا۔ ڈکشنری مختلف الفاظ آفس، پوسٹ، تقرری، صورتحال اور جگہ کے تصانیف میں فرق کو مزید نوٹ کرتی ہے اور کہتی ہے: دفتر عام طور پر (خاص طور پر عوامی) اعتماد یا اختیار کی پوزیشن کی تجویز کرتا ہے؛ اور صورتحال ملازمت کے خیال پر زور دیتی ہے، خاص طور پر ماتحت پوزیشن میں؛ جیسا کہ، گورنس کی حیثیت سے، نجی سکریٹری کی حیثیت سے صورتحال تلاش کرنا۔

اس لیے یہ واضح ہے کہ اس وضاحت کے اطلاق کے لیے یہ ضروری ہے کہ متعلقہ شخص سرکاری ملازم کے پہلے سے موجود عہدے کے حقیقی قبضے میں ہو۔ اگر کوئی عہدہ یا پوسٹ نہیں ہے، تو کسی بھی شخص کے اس کے حقیقی قبضے میں ہونے اور متعلقہ شخص کے اس وضاحت کی شرائط کے اندر آنے کا کوئی سوال نہیں ہو سکتا۔ کمشنر کا کوئی عہدہ یا دفتر موجود نہیں تھا۔ یہاں جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ سری رگھوبیر پرشاد کو کچھ دستاویزات ضبط کرنے اور اپنے قبضے میں رکھنے کا اختیار تھا۔ موجودہ معاملے میں نہ تو کمشنر کا کوئی موجودہ دفتر تھا، اور نہ ہی ایڈیشنل جج کو مدعی کی کھاتوں کی کتابوں کو ضبط کرنے کے مقصد سے سری رگھوبیر پرشاد کو کمشنر مقرر کرنے کا اختیار تھا اور اس لیے یہ وضاحت سری رگھوبیر پرشاد کی کمشنر کے طور پر تقرری پر لاگو نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سری رگھوبیر پرشاد کو سرکاری ملازم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

لہٰذا ہم اپیل گزاروں کی دلیل کو قبول کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ سری رگھوبیر پرشاد سرکاری ملازم نہیں تھے اور اس لیے اپیل گزاروں نے ہندوستانی تعزیرات ہند کی دفعہ 165-اے کے تحت کوئی جرم نہیں

کیا تا کہ انہیں اس کی تحویل میں موجود کھاتوں کی کتابوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کا موقع ملے۔ لہذا ہم اپیل کی اجازت دیتے ہیں، نیچے دی گئی عدالت کے حکم کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور اپیل گزاروں کو دفعہ 165-اے کے تحت جرم سے بری کرتے ہیں اور ہدایت دیتے ہیں کہ اگر جرمانہ ادا کیا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے۔ اپیل کنندگان ضمانت پر ہیں اور اس لیے ضمانت کے بانڈ منسوخ کر دیے جائیں گے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
I attest to the accuracy and
authenticity of this document

12.06.24